سنت کی بنیاد احادیث پر نہیں، بلکہ امت کے عملی تواتر پر ہے:

سنت کی بنیاد احادیث پر نہیں ہے، جن میں صدق و کذب، دونوں کا احتمال ہوتا ہے، جیسا کہ اوپر معلوم ہوا، بلکہ امت کے عملی تواتر پر ہے۔

جس طرح قرآن قولی تواتر سے ثابت ہے اسی طرح سنت امت کے عملی تواتر سے ثابت ہے۔ مثلاً ہم نے نماز اور حج وغیرہ کی تمام تفصیلات اس وجہ سے نہیں اختیار کیں کہ ان کو چند راویوں نے بیان کیا بلکہ یہ چیزیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمائیں۔ آپ سے صحابہ کرامؓ نے، ان سے تابعینؒ پھر تبع تابعینؒ نے سیکھا۔ اسی طرح بعد والے اپنے اگلوں سے سیکھتے چلے آئے۔ اگر روایات کے ریکارڈ میں ان کی تائید موجود ہے تو یہ اس کی مزید شہادت ہے۔ اگر وہ عملی تواتر کے مطابق ہے تو فبہا اور اگر دونوں میں فرق ہے تو ترجیح بہر حال امت کے عملی تواتر کو حاصل ہوگی۔ اگر کسی معاملے میں اخبارِ آحاد ایسی ہیں کہ عملی تواتر کے ساتھ ان کی مطابقت نہیں ہو رہی ہے تو ان کی توجیہ تلاش کی جائے گی۔ اگر توجیہ نہیں ہو سکے گی تو بہر حال انہیں مجبوراً چھوڑا جائے گا، اس لیے کہ وہ ظنی ہیں اور سنت، ان کے بالمقابل قطعی ہے۔

Scanned with CamScanner

اخبارِ آحاد کے بالمقابل عملِ اہلِ مدینہ کو ترجیح دینے کے باب میں مالکیہ کا مسلک اسی اصول پر مبنی ہے۔ وہ عملِ اہلِ مدینہ کو حجت مانتے ہیں اور اس کو "السنۃ عندنا ھٰکذا" (سنت ہمارے ہاں اس طرح ہے) سے تعبیر کرتے ہیں۔ احناف بھی عمومِ بلویٰ میں اخبارِ آحاد کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ اس میں بھی وہی سپرٹ ہے۔

یہاں اس امر کو بھی ذہن نشین رکھیے کہ امت کے عملی تواتر سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدینؓ اور صحابہؓ کا عمل ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: "فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین"[1] (تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی واجب ہے) دین کا مرکز یہی گردنتہ ہے اس وقت جو بھیڑ ایسے اعمال کی حامل ہے جو قرآن وسنت سے صریحاً متناقض ہیں تو یہ سب اہلِ بدعت ہیں اور بدعت کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بدعت گمراہی ہے اور گمراہی کا ٹھکانا جہنم ہے۔